بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اَلحمدُ لِلّٰہ کہ قافلۂ اسلام منزل بہ منزل کو بہ کو عہدِ سعادتِ نبوت سے لیکر اب تک رواں دواں ہے، اسلام کی وہ نعمت جو حضور سرورِ کائنات صلوات اللہ علیہ نے اپنی امت کے سپرد کی۔ اسلاف نے اس امانت کو جان سے زیادہ عزیز سمجھ کر اسے سینے سے لگائے رکھا اور ہم تک پہنچایا۔ ہدایت و فلاح کا یہ کبریتِ احمر آج بھی اپنے اصلی خد و خال میں موجود ہے۔ اسلاف کو اس امانت کی حفاظت کے لئے کیا کچھ کرنا پڑا۔؟ یہ داستان کچھ عجیب و غریب ہے۔ ہماری تاریخ جو دعوت و عزیمت، جہاد و قربانی کی ایک داستانِ مسلسل ہے، اس سے بھری پڑی ہے۔ اربابِ اخلاص و وفا کو کبھی اس راہ میں آگ اور خون سے گزرنا پڑا تو کبھی طوفان کے تھپیڑوں اور بگولوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جو اللہ تعالیٰ کی اس روشنی کو بجھانے کے لئے اٹھتے رہے۔ بارہا الحاد و زندقہ کی تاریکیوں نے دینِ متین کے رخِ زیبا کو چھپانے کی سعی کی۔ کفر اور گمراہی کے ظالم ہاتھوں نے خدا کی اس رسّی کو کاٹنا چاہا۔ مگر یہ اسلام کی سخت جانی تھی اور وعدۂ خداوندی حفاظتِ دین کا ظہور کہ ان ہی ظلمتوں میں روشنی کی کرن نمودار ہو جاتی۔ ظلمت اور اندھیرے چھٹ جاتے، اسلام کا آفتابِ منیر آج بھی چمک رہا ہے، نجات کا یہ راستہ اب بھی ایسا ہی صاف اور کھلا ہے۔ جیسا کہ اوّلین عہدِ سعادت میں رہا۔ المحجۃ البیضاء لیلہا کنہارِہا۔

اس سرزمین (برصغیر پاک و ہند) میں اسلام اور مسلمانوں پر نازک سے نازک گھڑی دسویں صدی ہجری کے مغل تاجدار سلطان جلال الدین اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۲ھ) کے عہد میں آئی۔ یہ پچاس سالہ "اکبری عہد" دین کی غربت اہل دین کی بےکسی اور شعائرِ اسلام کی تباہی اور بربادی کا عبرتناک زمانہ ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔ اگر عہدِ اکبری کی اس داستان سرائی میں دین اور دینی اقدار کو مٹانے والوں کے لئے کچھ سبق ہے تو رجالِ دین کے لئے نصیحت اور تسلی کا سامان بھی، کہ رحمتِ خداوندی کا ظہور مایوسیوں کے حدِ کمال تک پہنچنے میں ہوتا ہے اور یہ کہ دینِ متین کو دبایا نہیں جا سکتا، نہ اسکی حفاظت توپ و تفنگ ہمہ گیر تحریکات منظم پروگرام اور جماعتوں کی رہینِ منت ہے ـــــ آج کی فرصت میں ہم اکبر کے "دینِ الٰہی"

کا اجمالی خاکہ پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے اکبر کے خد و خال پر کچھ روشنی پڑ سکے اور اسلام کے بارہ میں ان لوگوں کے عزائم باطنی کا بھی اندازہ لگایا جا سکے جو اس وقت مغل امپائر کے اس "طاغوتِ اکبرؒ" کا نام بطور آئیڈیل پیش کرتے ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ :

"اکبر بادشاہ اور اس کے عہد کے علماء کے درمیان مناقشات رونما ہونے کی بنیادی وجہ مذہبی جذبات کی بنا پر علماء کا اپنے آپ کو طاقت ور بنانا تھا، جو مذہب کی آڑ سے کر ہر معاملے میں اس لئے دخل دینا چاہتے تھے کہ ان کا رسوخ بڑھ سکے، حکومت ان سے مرعوب ہو اور وہ حقیقی معنوں میں پشت پناہ تخت بن جائیں۔ علماء کے اس "ہوسِ اقتدار" کی تائید میں خود اکبر کا یہ قول بھی پیش کیا جا رہا ہے کہ علماء می خواہند کہ فرمانروائی و کارگزاری شریک بادشاہی باشند (علماء چاہتے ہیں کہ فرمانروائی اور حکومت میں ہمارے شریک ہو جائیں ـــ (فکر و نظر صفحہ ۴۶۳/۴ از مجلہ سہ ماہی اردو کراچی)

گویا کھلے بندوں اکبر کو حق بجانب قرار دیکر اہلِ حق کی ان سرفروشیوں اور قربانیوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، جس کا مظاہرہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ اور ان کے ہمنوا علماء حق نے احیائے دین اور اسلام کے نشأۃ ثانیہ کے لئے کیا۔ عہد اکبری کی اس سیاہ تصویر سے ان لوگوں کے نظریات و عزائم کا بانڈا بھی پھوٹ جائیگا کہ یہ لوگ کبھی اکبر اور کبھی مصطفیٰ کمال کا نام لے کر یہاں کس قسم کے اسلام کو زندہ کرنے کے آرزومند ہیں۔ وہ کیا حالات تھے جس نے علماء حق اور اہلِ حق کو تڑپا کر انہیں اکبر اور اس کے لادینی نظریات کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا۔؟ کیا دعوت و عزیمت، تجدید و احیائے دین کے میدان میں ان کی سرفروشی اور جان نثاری اللہ تعالیٰ کی "سنتِ ماضیہ" اور "عادتِ جاریہ" کا ظہور تھا یا اقتدار کی ہوس۔؟ عہد اکبری کی یہ سیاہ تصویر تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ ہم نے اپنے مضمون میں عہد اکبری کے ایک نہایت ثقہ دیندار عالم بے لاگ اور مستند مورخ ملّا عبد القادر بدایونی (م ۱۰۰۴ھ) کی ان چشم دید معلومات کو بنیاد بنایا ہے۔ جو انہوں نے "حلفیہ شہادت" کے بعد اپنی کتاب منتخب التواریخ میں جمع کر دئے ہیں۔ جسے ہمارے زمانہ کے ایک مایہ ناز محقق عالم مولانا مناظر احسن گیلانی مرحومؒ نے مذکورہ کتاب کے چار سو صفحات سے تلاش کر کے اپنے مقالہ "الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ" میں سمیٹ دیا ہے۔ منتخب التواریخ کے حوالوں کے بارہ میں ہمارا اعتماد مولانا مرحومؒ کے مضمون پر ہے۔ منتخب کے علاوہ عہد اکبری کے یہ سیاہ نقوش، دبستان مذاہب اور خود اکبر کے فرزند جہانگیر کی تزک جہانگیری میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی جیسے معتمد ثقہ، امین امام جلیل کے مکتوبات سے بھی انکی تائید ہوتی ہے۔

آئیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا کہ ایک سوچے سمجھے پروگرام اور تدریجی رفتار سے اکبری دین کو اس کے مقامِ ارتقاء تک پہنچایا گیا۔ اجتہاد، امامت و تشریع اور قانون سازی کے مناصب سے گزرتے ہوئے بالآخر اکبر اس مقام تک پہنچا۔

منصبِ اجتہاد | سب سے پہلے اکبر نے "منصبِ اجتہاد" کو سرفرازی بخشی۔ ملا مبارک ناگوری اور ان کے دونوں بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے ایک محضر نامہ مرتب کیا جس میں اکبر کو اجتہاد اور دینی مسائل میں بنی آدم کی معاشی اور دنیوی سہولتوں کے مدنظر کسی ایک پہلو کو ترجیح اور دوسرے کو ساقط کرنے کا حق دیا گیا اور یہ کہ عوام پر ان "فیصلوں" اور "احکام" کی پابندی لازمی اور اس کی مخالفت دنیوی اور دینی بربادی کا موجب ہوگی۔ اس محضر نامہ میں بادشاہ کو گویا "مرکزِ ملت" قرار دیتے ہوئے کہا گیا تھا کہ خدا کے نزدیک سلطان کا درجہ مجتہد کے درجہ سے زیادہ ہے۔ (ملاحظہ ہو پورا محضر نامہ۔ منتخب التواریخ ص ۲۷۲)

سلفؒ کی بے حرمتی | اکبرؔ منصبِ اجتہاد پر فائز ہونے کے بعد ائمہ سلف اور مجتہدین امت کی برسرِعام توہین و تحقیر کی جانے لگی۔ ان پر "فقیہ کوڑ" "خشک ملاّ" اور رفتارِ زمانہ سے آنکھیں بند کرنے والے جامد اور متعصب ہونے کی پھبتیاں کسی جانے لگیں۔ "دربارِ اکبری" کا مایۂ ناز "محقق" ابوالفضل فقہاء کرام اور مجتہدین امت کے فیصلے یہ کہہ کر ٹھکرا دیتا کہ فلاں حلوائی، کفش دوز اور فلاں چرم فروش کی باتیں کیسے مانوں۔ (منتخب ص ۲۰۰)

صحابہؓ کی بے وقعتی | سلف کی بے حرمتی اور گستاخیوں کی اس جرأت نے بڑھتے بڑھتے سب سے افضل اور مقدس ترین جماعت صحابہ کرام (جن پر سارے دین کی عمارت کھڑی ہے) کو بھی آگھیرا۔ انکی عظمت و حرمت دلوں سے نکالی جانے لگی۔ خاص طور سے خلفاء ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) کی شان میں ایسی ایسی باتیں نکلنے لگیں جن کو زبان پر بھی نہیں لایا جاسکتا۔ (منتخب التواریخ)

شانِ رسالت پر دست درازی | اب غاکم بدہن شانِ رسالت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) کی باری تھی۔ حریم قدس نبوت پر دست اندازی سے پہلے ضروری تھا کہ ان کے لائے ہوئے دینی احکام و تعلیمات اور اسلام کے اساسی ارکان و عبادات تک کو رفتارِ زمانہ سے بے جوڑ، نامناسب اور فرسودہ قرار دیا جائے اور اس طرح بالواسطہ "اسلامی تعلیمات و شعائر" سے کٹ کر امت مسلمہ کا جوڑ اس کے لائے ہوئے پیغمبرؐ سے بھی کٹ جائے۔

چنانچہ صحابہ کرام، ائمہ دین اور سلف صالحین کی اتباع اور تقلید کو روایت پرستی، شخصیت پرستی اور قدامت پسندی قرار دینے کے بعد اسلام کے سارے اثاثہ پر یہ کہہ کر ہاتھ صاف کرایا گیا کہ العیاذ باللہ ملتِ اسلامی کا سارا سرمایہ حادث اور نامعقول ہے۔ اس کے بنانے والے چند مفلس بدو تھے جو معاذ اللہ

سب کے سب مفسد، ڈاکو، لُٹ مار سے تھے؟ ارکانِ اسلام کا یہ حال کہ روزہ، حج، زکوٰۃ، جبراً ساقط کئے گئے ص۲۱۵ کسی کی مجال نہ تھی کہ اکبر کے دربار میں علانیہ نماز پڑھ سکے ص۳۱۵

روشن خیالی کے نام پر دین سے مذاق | اس طرح دین اور دین کے تمام شعائر کو "تقلیدات" کہا جانے لگا۔ ص۲۱۱ یعنی غیر معقول باتیں "روایت پسندی" اور" دقیانوسیت" ایک شور برپا کیا گیا کہ مدارِ دین عقل پر ہے نہ کہ نقل پر ص۲۱۱ اگر کسی مسئلہ میں اس کی دینی اور شرعی حیثیت پیش کر دی جاتی تو الف ثانی کا یہ "محرف اعظم" یہ کہہ کر جھڑک دیتا کہ ——— یہ ملاؤں کی باتیں ہیں مجھ سے تو ان چیزوں کا دریافت کرو جن کا تعلق عقل و حکمت سے ہو ص۳۰۵

تمام دینی سرمایہ اور اسلامی اثاثہ کے بارہ میں مجموعی طور پر بداعتمادی اور بدظنی پیدا کرنے کے بعد ایک ایک کر کے اسلام کے ان تمام اصول و فروع پر "تیشۂ تحقیق" چلایا جانے لگا جس پر خدائی دین "اسلام" کی ساری عمارت استوار تھی۔ بقول ملا عبدالقادر بدایونیؒ ——— ارکانِ دین کے ہر رکن اور اسلامی عقائد کے ہر عقیدہ کے متعلق خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے مثلاً نبوت، مسئلہ کلام، رویت باری تعالیٰ، انسان کا مکلف ہونا، تکوینِ عالم حشر و نشر وغیرہ کے تمسخر اور استہزاء ہونے لگا۔ ص۳۰۷ ——— پورے دربار میں اسلامی معتقدات کو مشق سخن بنا کر ایک ایک مسئلہ اور شعائر کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے۔ دوسرے مذاہب کا ہر وہ حکم جس سے اسلام کا توڑ ہوتا اسے نصِ قاطع، قطعی دلیل، اور اسلام کی تمام باتوں کو مہمل نامعقول، نو پید اعرب کے مفلسوں کی گھڑی چیزیں خیال کیا جاتا ص۲۵۹

نبوت اور اخبارِ غیب سے انکار | مصدرِ شریعت اور سرچشمۂ اسلام نبوت کبری علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور وقار کو مجروح کرنے کی یہ مذموم کوششیں بڑھتی رہیں اور بالآخر اجتہاد و امامت کا یہ دعویدار صاحبِ نبوت کی غلامی اور اسکی تشریعی حیثیت ماننے سے بھی منکر ہوا اور بادشاہ نے وحی کے محال ہونے پر اصرار شروع کیا۔ غیب اور عالمِ غیب کے بارے میں حضور رسالتمآب علیہ السلام کے اخبار کو جھٹلا کر جن، فرشتے، معجزات، تواترِ قرآن اور اس کے کلامِ خداوندی ہونے، بعث بعد الموت، حساب کتاب، ثواب و عذاب کا کھلے بندوں انکار کرنے لگا۔ ص۲۷۳ ———

معجزات سے استہزاء | معجزاتِ نبوت سے نہ صرف انکار بلکہ بادشاہ کی جہالت اور شوریدہ سری کی انتہا تھی کہ بھرے دربار میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر معراجِ رسولؐ کی ہنسی اڑانے لگتا اور کہتا کہ جب میں دوسری ٹانگ اٹھا کر کھڑا نہیں ہو سکتا تو راتوں رات ایک شخص کیسے آسمانوں سے اوپر پہنچ گیا، خدا سے باتیں کیں اور جب واپس ہوا تب بھی ان کا بستر گرم تھا ——— ہنسی مذاق کا یہی حال شق القمر اور دیگر معجزات کے بارہ میں بھی تھا۔ ص۳۱۷

اس گستاخ نے اس پر اکتفا نہ کیا، بلکہ مسلمانوں کا تعلق ان کے مرکز حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توڑنے کی خاطر اس نے درباریوں کے وہ نام تک بدل ڈالے جس میں احمد، محمد اور مصطفیٰ شامل ہوتا۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ یہ نام اس پر شاق گزرنے لگے تھے۔ ج ۲ ص ۲۱۵ ـــــ یہاں تک کہ غیرت و حمیت سے عاری اس "مغل اعظم" کے دربار میں عیسائی مشنری کے پادریوں نے برسر عام شانِ رسالت میں وہ بیہودہ کلمات استعمال کئے جن کے سننے پر جگر شق ہو جائے۔ مگر اکبر نے ان کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی، اعزاز و اکرام سے نوازا اور اپنے ایک شہزادہ کو حکم دیا کہ تبرکاً ان سے چند اسباق پڑھ لو ص ۲۶۹

اکبر منصب رسالت پر (معاذ اللہ) اپنے زعم باطل میں دین محمدی کی تخریب، شعائر اسلامی کے اضمحلال اور رسالت و عہد رسالت سے مسلمانوں کا تعلق کمزور کرنے کے بعد اکبر کے لئے ضروری تھا، کہ تشریع اور قانون سازی کا منصب اب خود سنبھالے اور "پرانے دین" کے اس ملبہ پر جو اس کے خیال میں اپنی عمر کے ہزار سال پورے کر چکا تھا، ایک نئے دین، جدید ملت اور ترقی یافتہ نظام کی عمارت اٹھائے کہ تخریب کے بعد تعمیر کے راستے کھلے تھے۔ امامت تو کیا نبوت اور الوھیت تک (معاذ اللہ) اس کی رسائی ہو چکی تھی، اور کون تھا جو اسے روک سکے۔ بقول مؤرخین اس خیال سے اس نے اپنے دین کو "الٰہی مذہب" کا نام دیا۔ اور دعویٰ نبوت نہ کرتے ہوئے بھی منصب رسالت، تشریع و تبدیل، نسخ احکام وغیرہ کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ـــــ اب پورے طور پر وہ اور "دینِ الٰہی" کی تدوین اپنے خود ساختہ قوانین کی ترویج اور اسلامی احکام و شعائر کی بربادی و بیخ کنی میں لگ گیا ـــــ اعمال و فروع تو کیا عقائد و اصول تک نئے رائج کر دئے اور اس طرح باقاعدہ ایک جدید ملت اور سائینٹفک مذہب کی بنیاد رکھی گئی۔ مگر دینِ الٰہی کی "تدوین و تنقیح" کا کام اکیلے اکبر کے بس میں کہاں تھا کہ وہ بے چارا تھا۔ بہر حال ایک جاہل اور اَن پڑھ دین کے مبادی تک سے بے خبر زمانہ کے روشن خیال "محققین" نے اسے بام پر چڑھایا اور اقتدار و نخوت کے پندار میں اکبر اس مقام "انا ولا غیری" پر براجمان ہوئے ـــــ

تحقیقاتی ادارے عقائد و احکام فروع و اصول اور دین کے ہر ہر شعبہ میں نئے نئے اجتہادات و تحقیقات کیلئے باقاعدہ ادارے کھولے، تحقیقی مجالس قائم کیں۔ اور بیسویں صدی کی اصطلاح "اسلامی تحقیق" "اسلام کا آزاد مطالعہ" سائینٹفک ریسرچ کیلئے قانون ساز اداروں کی تشکیل کی گئی۔ باہمی بحث و تمحیص کے لئے کونسلیں قائم ہوئیں۔ دیگر مذاہب کے ثقافتی لٹریچر کے ترجمہ کے لئے دفتر کھولا گیا ـــــ ملا مبارک اور اس کے شہرۂ آفاق بیٹے ابو الفضل اور فیضی ان تحقیقاتی امور کے ڈائرکٹر اور خود "اکبر دی گریٹ" کی ذات اس تشریع و تجدید کی آخری اتھارٹی اور قوت نافذہ تھی ـــــ اکبری دربار کے اس ثقہ اور چشم دید راوی ملا عبد القادر بدایونی نے تو اکبر کی اس اسلامک ایڈوائزری کونسل کے ارکان کی

تعداد تک لکھدی ہے:

(بادشاہ) حکم کردند کہ از مقربان چہل کس بعدد	بادشاہ نے حکم دیا کہ مقربین میں سے چالیس آدمی
چہل تن بہ نشستید و ہر کس ہر چہ داند بگوید	یکجا بیٹھا کریں اور ہر شخص جو کچھ جانتا ہو اس کا اظہار کرے
و ہر چہ خواہد بپرسد۔ صـ۳۰	اور ہر قسم کے سوالات کرنا چاہے کرے۔

اس کمیٹی میں اسلامی عقائد اور مسلّمات کے متعلق عقل (سائنس) کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا، طرح طرح کے شبہات ہنسی مذاق کی شکل میں کئے جاتے اور اگر کوئی ممبر اختلافی نوٹ پیش کرتا تو اسے روک دیا جاتا صـ۳۰
اس تحقیقاتی ٹکسال میں ابوالفضل کے کئی شاگرد اور سکالر بھی تجدید دین کے کام میں شریک تھے۔ اور بقول منتخب التواریخ صرف ایک شاگرد نے اسلامی عبادات کے متعلق اعتراض اور مسخرگی کے پیرایہ میں کئی رسالے تصنیف کئے اور جس نے شاہی بارگاہ میں بڑی مقبولیت پائی صـ۲۵۱

ان روشن خیال اور آزاد ریسرچ کے شہسواروں کے ایک گروہ کو حکم دیا گیا کہ "تاریخ الفی" کے نام سے اسلام کے ہزار سالہ دور کی ایک تاریخ مرتب کی جائے جو دوسری تمام تواریخ کی ناسخ ہو اور جس میں سن ہجری کی بجائے سن رحلت کو بنیاد بنایا گیا ہو۔ صـ۳۰۶

اس کا مقصد بظاہر آج کل کی اصطلاح میں یہ تھا کہ اسلامی تاریخ پر عجمی اثرات، دینی تعصّب و تصلّب اور فقہی جمود کے جو بادل چھا گئے ہیں، ان آمیزشوں سے اسلامی تاریخ صاف ہو جائے کہ صرف تاریخ پر کیا منحصر پورا اسلامی نظام اور دینی سرمایہ ان کے نزدیک تحریف و تلبیس کا شکار ہو کر ناقابلِ اعتماد ٹھہر گیا تھا۔ ابوالفضل اور فیضی کے والد ملّا مبارک ناگوری بادشاہ کے سامنے ہندوؤں کو کہتا پھرتا کہ تمہارے دین کی طرح ہمارے دین میں بھی تحریف ہوئی ہے صـ۲۱۱ گویا عجمی سازش قدامت، اور توہم پرستی نے اس پورے اثاثہ کو ناقابلِ عمل اور غیر معتمد بنا دیا ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں دیگر مذاہب اور بے ہودہ رسوم روایات کی جن جن طریقوں سے حوصلہ افزائی کی گئی، اُن سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ تمام رواداری اور وسیع الخیالی صرف ان نظریات، مذاہب اور خیالات سے تھی جن سے اسلام کے کسی حکم کا توڑ ہوتا۔ صـ۲۵۶

اکبر کی رواداری کا نتیجہ بخلاف اسلامی ملّت کے کہ اکبر کے خیال میں اس "عزیب دین" کی ساری باتیں مہمل نامعقول، نو پیدا اور عرب مفلسوں کی گھڑی ہوئی تھیں۔ یہ "رواداری اکبر" جس کو اپنے اعتقاد اور عزائم پر پورا نہ پاتے وہ واجب القتل اور راندۂ درگاہ ہو جاتا اور اسے فقیہ (ملّا) کا نام رکھ دیا جاتا صـ۲۳۹

اسلام کے مقابلہ میں دیگر مذاہب سے "رواداری" (جو ہمیشہ سے الحاد اور گمراہی کا مبداء اور سرچشمہ ہوتا ہے) "مساوات ادیان" اور آزادی رائے کا ثمرہ یہ نکلا، کہ اکبر نے فرنگیوں کی عیسائی مشنریوں کو حکم دیا کہ بھرے

دربار میں انجیل اور عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث اور نصرانیت کو بدلائل بیان کریں اور ابوالفضل کو حکم دیا گیا کہ ان پادریوں کی مدد سے انجیل کا ترجمہ کر دیا جائے ص۳۰۸ فرنگیوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی اور بعض عقلی اعتقادات بادشاہ نے ان سے حاصل کئے ص۳۱۲ اور یہ بھی عقل و دانش اور رواداری کے نام سے یورپ سے درآمد شدہ لعنت کی پہلی کھیپ جس کے نتیجہ میں مملکت کو صدیوں غلام رہنا پڑا، یہی "دانشِ افرنگ" ہے، جو آج مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا اور نازک ترین مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ——جشنِ نوروز میں فرنگی بھی شریک ہوتے جو پیانو اور ہارمونیم بجا بجا کر اپنے ثقافت اور کلچر کا مظاہرہ کرتے اور اکبری داد و دستد کے مستحق ہوتے۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ مجددؒ)

اس رواداری کے مظاہرے دنیا کے دیگر فرسودہ مذاہب سے بھی لئے گئے —— آتش پرستوں نے اکبر زردشتی دین کی حقیقت بیان کی ص۳۰۸ —— پھر دیر کیا لگتی، اس وسیع الظرف روشن خیال بادشاہ نے ان کی دلجوئی کیلئے شاہی محل میں دن رات آگ روشن رکھنے کا حکم دیا ص۳۰۸

ہندوؤں اور ان کے مذہب اور غیر فطری رسم و رواج کے ساتھ اکبر نے جس رواداری کا معاملہ کیا وہ تو ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ آخر گردن سے اسلام کا "ربقہ" اتارنے کا یہ سارا ڈھونگ جب ان کی دلجوئی کی خاطر رچایا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ ہنود مت کے ساتھ اکبر کی فراخ حوصلگیوں کا کیا عالم ہوگا؟

ہندوؤں کے تہوار پر قشقہ لگانا، برہمنوں کے ہاتھ تبرکاً ڈوری بندھوانا، بھجن پڑھنا اور پڑھوانا یہاں تک کہ اپنی والدہ کی وفات پر سارا سوگ ہندوؤں کی رسم "کریا" پر منایا گیا۔ سر، داڑھی، مونچھیں منڈوا کر ماتمی لباس پہنا اور بادشاہ کی تقلید میں ہزاروں لوگ ان رسومات غم میں شریک ہوئے۔ (شاندار ماضی ج۱ ص۵۹ بحوالہ تزک جہانگیری)

غیروں سے یہ "دریا دلی" اکبر کیلئے ایک عام بات تھی، خواہ اسے آپ اکبر کی الحادی ذہنیت کا نتیجہ قرار دیں یا "سیاست" و مصلحت کا خوشنما نام دیں۔

اکبر کا ماڈرن اسلام | غرض اکبر کی یہ "رواداریاں" اور اسلام و دیگر مذاہب کا آزاد سائنٹفک مطالعہ اور روشن خیالوں کی شبانہ روز بے رحم اور بے لاگ ریسرچ کے نتیجہ میں سرزمینِ ہند پر ایک نئے ماڈرن اسلام اور "ملت جدیدہ" کا ظہور ہوا جس نے عقائد و اخلاق، سیاست و معاشرت، تہذیب و تمدن، احکام و مسائل غرض "قدیم" اسلام کے ایک ایک شعبہ جزئی سے جزئی مسئلہ اور حکم میں وہ وہ جدت طرازیاں کیں کہ الامان والحفیظ ہندوستان کے اس "فتنۂ کبریٰ" نے بزعم خود ملت مسلمہ کی چولیں ہلا ڈالیں اور دین کی ترویج کے لئے قوت و سطوت دولت اور خزانوں کے تمام دروازے چوپٹ کھول دئے گئے تھے ——

اس دین میں داخل ہوتے وقت جو کلمۂ شہادت پڑھا جاتا مورخین کی زبانی وہ "لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ" ہوتا

اور نہ صرف مریدوں بلکہ عام رعایا کو بھی اس "ایمان و شہادۃ" کا مکلف ٹھہرایا جاتا ص۲۷۳ یہ نو مذہب ان الفاظ سے حلف وفاداری اٹھاتے "میں دلی شوق سے روایتی دین اور باپ دادوں کے تقلیدی مذہب کو چھوڑ کر اکبر شاہی دین میں داخل ہوتا ہوں ص۲۱" اور اس طرح یہ روشن خیال یا ابن الوقت "فرسودہ روایات" کے خول کو توڑ کر آزاد فضا اور نئی روشنی میں آجاتے اور دین وملت کی متاع عزیز اکبر کے قدموں پر نثار کر کے دربار ہمایونی سے "شجرہ" کے نام سے ایک "تمغہ" حاصل کر لیتے۔ ع

دینے فروختند وچہ ارزاں فروختند

یہ تمغہ مقبولیت بھی بقول مولانا گیلانی "حامیان تجدد کیلئے باعث رشک ہے"۔ بادشاہ کی ایک تصویر ان وفاشعاروں کو دی جاتی جسے وہ ایک مرصع جواہر نگار غلاف میں رکھ کر اپنی دستاروں پر لگائے رکھتے ص۳۴۱ (کیا مغرب کی تصویر پرست تہذیب کو بیسویں صدی میں بھی یہ جدت سوجھی ہے۔ ابھی بات تصویر کی نقاب کشائی اور نمائشوں تک محدود ہے۔) ــــ بادشاہ سلامت ہر صبح ایک جھروکہ سے درشن کراتے، پردہ سے نکلتے ہی ہزاروں لوگ اپنے اس "معبود" اور "الہ اکبر" کے سامنے سربسجود ہو جاتے ص۳۲۶ اس تہذیب جدید میں باہمی ملاقات کے وقت "السلام علیکم" کی بجائے "اللہ اکبر" اور "جل جلالہ" کا تبادلہ ہوتا ص۳۵۶

اکبر کی افتاد طبیعت اور اکبر کے "دین الٰہی" پر اس طائرانہ اور اصولی نگاہ ڈالنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ "دین اکبری" کے بعض معتقدات، معاشرتی اور اخلاقی میدان میں اس کی روشن خیالیوں اور شرعی احکام و فروع میں اس کی دست اندازیوں کی ایک ہلکی سی جھلک بھی پیش کر دیں۔ شاید دین کے اضمحلال اور اندراس کے اس آئینہ میں جھانک کر تاریخ سے عبرت لینے والے کچھ عبرت حاصل کر سکیں۔ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید کہ بیشک اس میں ایک نصیحت ہے سننے اور سمجھنے والوں کے لئے۔ ع تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل۔

اکبری عقائد اکبر کی نگاہ میں الوہیت اور نبوت کا جو مقام تھا اس کا اندازہ تو لگ چکا وہ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو خدائی منصب اور مقام نبوت پر فائز سمجھنے لگا۔ بلکہ اپنی عبادت کروانے کے ساتھ ساتھ تمام مظاہر فطرت آگ، پانی، درخت حتی کہ گائے اور گائے کے گوبر تک کو پوجنے لگا۔ ص۲۶۱ آفتاب کی عبادت لازمی طور پر دن میں چار مرتبہ کرتا۔ ص۱۱ آفتاب کے ایک ہزار ایک ناموں کا وظیفہ پڑھتا ص۳۲۲ طلوع آفتاب کے وقت نقارہ بجایا جاتا ص۱۱ اور یہ فرمان جاری کیا کہ آفتاب کا ذکر آنے پر جلت قدرتہ (اسکی قدرت بہت بڑی ہے) کہا جائے۔ نہ صرف یہ کہ آفتاب کی عبادت ہونے لگی بلکہ کائنات کی ربوبیت

میں بھی اسے شریک ٹھہرایا گیا ص۲۹۱ کواکب پرستی بھی کی جانے لگی، اور یہاں تک کہ (معاذ اللہ) سورج تک کو خدا کا مظہر قرار دیا گیا کہ وہ اس میں حلول ہو چکا ہے ص۲۶۱ معاد، حشر نشر، بعث بعد الموت سے انکار کر کے ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ پر ایمان لایا ص۲۵۵ اپنے مقربین پر لازم قرار دیا کہ شمع اور چراغ روشن ہونے کے وقت کھڑے ہو کر تعظیم بجالایا کریں ص۳۱۲ آتش پرستی کے لئے ایک الگ آتش کدہ تازہ رہتا آگ کو خدا کی نشانی اور نور قرار دیا گیا ص۔

یہ اُس مذہب کے اعتقادات اور اس تحقیق علم الکلام والعقائد کے چند "شہ پارے" ہیں جنہیں "برعکس نہند نام زنگی کافور" "توحید الٰہی" کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ اجتہاد اور روشن خیالی کے اس کھیل سے اخلاق و کردار، معاشرۃ اور تمدن کے میدان میں وہ گل کھلے کہ عقل و دانش اور دیانت و شرافت کی دنیا سر پیٹ کر رہ گئی۔ "مشتے نمونہ از خروارے" جسکی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

سود اور جوئے کی حلت | سود اور جوا حلال قرار دیا گیا۔ شاہی خزانہ سے سودی قرضہ دیا جانے لگا قمار کیلئے شاہی دربار میں ایک الگ جوا گھر (ریس کورس) قائم کیا گیا ص۲۴۷

شراب حلال ہے | دربار اکبری سے فتویٰ جاری کیا گیا کہ طبی طور پر بدن کی اصلاح و تقویت کیلئے شراب حلال ہے۔ البتہ پی کر سڑکوں پر غل غپاڑہ کرنا اور دھنگا فساد ممنوع ہے ص۲۴۷

محکمہ آبکاری | ایک عورت کی نگرانی میں شراب فروشی کی ایک دوکان دربار کے سایہ میں قائم کی گئی۔ نرخ وغیرہ خود حکومت مقرر کرتی ص۔

جامِ صحت | تقریبات اور مجالس میں جام پر جام لنڈھائے جاتے، شراب سے ایک دوسرے کے جامِ صحت تجویز ہوتے۔ دربار اکبری میں تجدد اور روشن خیالی کے ایک ممتاز لیڈر فیضیؔ ایک جام "ملاؤں" کے تعصب اور جمود کے نام پر تجویز کرتے ص۔

شیو | اس ترقی یافتہ مذہب میں شراب کے بعد زیادہ زور ڈاڑھی منڈھوانے پر دیا جاتا اور شیو کے بارہ میں عقلی و نقلی دلائل کا طومار باندھا جاتا۔

غسلِ جنابت منسوخ | دین جدید کا ایک مسئلہ یہ تھا کہ جنابت واجب نہیں کہ منی سے نیک لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ ہم بستری سے پہلے غسل کیا جائے۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی ص۶۲)

عائلی قوانین کی اصلاح | نکاح وطلاق کے متعلق بھی مسلمانوں کے پرسنل لاء میں رد و بدل کیا گیا۔ نئے "عائلی قوانین" کی بعض دفعات یہ تھیں:۔

۱۔ چچازاد اور ماموں زاد بہن سے نکاح حرام ہے۔ کہ میل کم شود (یہ اجنبی تہذیب ہندوؤں کا اثر تھا

کہ بیگانوں کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے ۔ ۲۔ سولہ سال سے پہلے لڑکوں اور چودہ سال سے پہلے لڑکیوں کا نکاح ممنوع قرار دیا گیا اور وجہ یہ تھی کہ فرزند ضعیف مے شود ۔ گویا جو چیز بعد میں "ساردا ایکٹ" کے نام سے مشہور ہوئی وہ دراصل "مغل اعظم ایکٹ" کہلانے کی مستحق تھی ۔ ۳۔ یہ کہہ کر کہ " خدا یکے و زن یکے " ایک سے زائد شادیوں پر پابندی لگا دی گئی ۔ گویا اسلامی دنیا میں مسئلہ تعدد ازدواج کا جو غلغلہ ہے ۔ اس کا کریڈٹ بھی اکبر اعظم " ہی کو حاصل ہے ـــــ عائلی آرڈیننس کی مزید بعض دفعات یہ تھیں : ۴۔ آئسہ عورت (جسکی ماہواری بند ہو) نکاح نہیں کر سکے گی ۔ ۵۔ مرد سے بارہ سال بڑی عورت سے ہم بستری ممنوع ہو گی ۔ ۶۔ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو گاؤں کے "کوتوال" کے سامنے پیش ہونا ضروری تھا کہ وہ عمر وغیرہ کی تصدیق کر کے باقاعدہ اجازت نامہ دے اور رجسٹریشن ہو سکے ۔ ۷۔ کوئی ہندو عورت اگر مسلمان ہو کر کسی مسلمان سے شادی کرے تو اسے جبراً گھر والوں کے سپرد کر دیا جائے گا ۔ (منتخب التواریخ)

بے پردگی پردہ ممنوع قرار دیا گیا ۔ فرمان شاہی تھا کہ باہر نکلتے وقت عورتیں چہرہ کھلا رکھیں اور اگر برقعہ ہو تو چہرہ کھول دیا کریں ص ۳۹۱

زنا اور فحاشی کی ترویج ایک طرف دوسری شادی پر پابندی عائد کی گئی ۔ دوسری طرف بغیر نکاح کے زنا کی کھلم کھلا اجازت دی گئی ۔ "متعہ" رائج کر دیا گیا اور بقول منتخب التواریخ شہر سے باہر "شیطان پورہ" کے نام سے ایک مستقل آبادی بنائی گئی جہاں باقاعدہ محافظ، پولیس، اور داروغہ ہوتا جس کا جی چاہتا آکر باہمی رضا و رغبت سے جو چاہتا کرتا اور جسے چاہتا ساتھ لے جاتا ص ۳۹۱ گویا یہ زنا بالرضا کا ایک "مخلوط کلب" ہوتا جہاں سے داشتائیں دستیاب ہوتیں ۔ گرل فرینڈز کی ایک دنیا آباد ہوتی ـــــ نئی تہذیب کی تاریکیاں جنہیں اپنی جدت پر ناز ہے ـــــ کیا صدیوں کی جمی ہوئی یہ تاریکی پھر بھی روشنی کہلانے کی مستحق ہے ۔ ؟ تاریکی بہر حال تاریکی ہے ۔ بیسویں صدی کی ہو یا عہد اکبری کی ۔ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ ۔

دیگر اصلاحات میت کے گلے سے خام غلہ یا پکی اینٹیں بندھوا کر اسے پانی میں بہا دیا جاتا ۔ پانی نہ ہوتا تو جلا دیا جاتا یا پھر کسی درخت سے اسے باندھ دیا جاتا ص ۳۷۲ اگر تدفین ہوتی تو حکم تھا کہ قبر ایسی بنائی جائے کہ مردہ کے پاؤں مغرب کی جانب اور سر مشرق کی طرف ہو ۔ ص ۳۵۷ یہ دیدہ و دانستہ قبلہ کی توہین اور مسلمانوں کے دلوں سے کعبۂ حجاز کی عظمت نکالنے کی ایک صورت تھی ۔ چنانچہ اس نے خود اپنی خوابگاہ بھی اس طرح بنائی تھی ۔

ختنہ پر پابندی بارہ سال سے پہلے ختنہ کرانے پر پابندی لگائی گئی ص ۳۷۲ اور پختگی عمر کے بعد بمشکل کوئی اس سنت پر عمل کرنے پر آمادہ ہو سکتا ۔

سونا اور ریشم حلال مردوں کیلئے سونے اور ریشم کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ تقریباً واجب قرار دیا گیا ۔

سور اور کتوں سے دلچسپی | بزعم اسلام سور اور کتے کی نجاست کو منسوخ قرار دیکر اپنے محل میں ان کی سکونت کا انتظام کرایا - یہاں تک کہ صبح سویرے ان کا دیکھنا عبادت سمجھا جاتا ص۲۵۷ ___ بادشاہ تو بادشاہ روشن خیال فیضی کا حال یہ تھا کہ سفر میں بھی چند کتے ساتھ رکھتا۔ اور ان ہی کتوں کے ساتھ کھانا کھاتا۔ بعض شاعر تو کتوں کی زبان تک اپنے منہ میں لے لیتے ص۲۵۷

سگ پرست تہذیب | آج مغربی تہذیب نے کتوں سے شیفتگی اور والہانہ محبت کو فیشن قرار دیا ہے۔ کتوں کے نام جائیدادیں وقف ہو رہی ہیں۔ گویا اس "سگ پرست" تہذیب کی داغ بیل بھی انگریزوں سے پہلے "دین الٰہی" کے ہاتھوں ڈالی گئی تھی۔

ذبیحہ گائے پر پابندی | کتوں سے اختلاط اور تعلق کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی خوشنودگی کی خاطر گائے بیل، بھینس کا گوشت حرام قرار دیا گیا تھا۔ اگر کوئی شخص قصائی کے ساتھ کھانا کھا لیتا خواہ اسکی بیوی کیوں نہ ہوتی، حکم تھا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

یہ سب کچھ ان بلند بانگ دعوؤں کے باوجود کہ کسی مذہب کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی مگر ان واقعات نے ثابت کیا کہ سارا ڈھونگ صرف غریب اسلام کے لئے رچایا گیا تھا، ورنہ اکبر نے مسلمانوں کی تمام تہذیبی اقدار اور تمدنی اجزاء کو ایک ایک کر کے مسخ کرنے کی کوشش کی۔ اکبر کی الحاد پسند طبیعت نے صرف اس پر قناعت نہ کی بلکہ ارادہ کیا کہ ہمیشہ کیلئے اسلام اور اسلامی ورثہ سے مسلمانوں کا رشتہ کاٹ دیا جائے ___ اس مقصد کے لئے اکبر نے دین و رجال دین کو نشانہ بنایا۔ ان دینی معاہد اور اسلامی مدارس پر دست اندازی کی جو قرآن و سنت اور تعلیمات ربانی کے سرچشمہ تھے، ان خانقاہوں پر ہاتھ ڈالا جہاں سے مسلمانوں کی دینی تربیت اور تزکیہ کا کام وابستہ تھا۔ عربی زبان اسلامی علوم جو اسلام سے مسلمانوں کی وابستگی کا ایک مضبوط ذریعہ تھا، اکبر نے رفتہ رفتہ ان سب چیزوں پر اپنی گرفت سخت کر دی، عربی زبان اور عربی ثقافت کے ساتھ اس کا معاملہ بالکل ایسا تھا جیسا کہ پچھلے دنوں ترکی کے مصطفیٰ کمال کا رہا ___ اکبری دور میں عربی زبان کے اضمحلال اسلامی علوم اور رجال دین کی غربت اور بے کسی دینی معاہد کی زبوں حالی اور شعائر اسلامی کی بربادی اور تباہی پر بھی ایک نگاہ حسرت و عبرت ڈالتے جائیے ___ قرآنی زبان کو ملک بدر کرنے کی خاطر عربی پڑھنا اور پڑھانا عیب قرار دیا گیا ص۳۲ دوسرا

عربی زبان سے دشمنی | قدم یہ تھا کہ ایسے حروف جو عربی زبان کے ساتھ مخصوص تھے۔ مثلاً ث ح ع ص ض ط ظ ان کو مقامی بول چال سے بادشاہ نے باہر کر دیا ص۳۰ عبداللہ کو ابداللہ اور احدی کو اہدی کہتا عربی ناموں کی ترکیب ہندی سے بدل دی گئی۔ (تذکرہ مجددؒ مرتبہ مولانا منظور نعمانی)

اسلامی علوم کی کس مپرسی | اسلامیات اور دینیات سے سرکاری سرپرستی اٹھوائی گئی ___ فقہ و تفسیر اور حدیث

پڑھنے والے مردود و مطعون ٹھہرائے گئے ص۳۲ کہ شاید اکبرؔ کے خیال میں ایسے لوگ بے کار، قوم پہ بار اور معاشی میدان اور مادی کارخانہ کے بے کار اعضاء تھے۔ اور اکبرؔ کی "اصلاحات" اور "تجدیدات" کی تحسین کرنے کی بجائے اس کی مخالفت کرتے رہتے اور آج کل کی زبان میں ان کا کام ہی مخالفت اور فساد و انتشار رہ گیا تھا۔ یہ لوگ اکبر کے "ترقیاتی پروگرام" میں روڑے اٹکاتے تھے۔ اور رفتارِ زمانہ سے آنکھیں بند کر کے ہزار سال پہلے کی باتیں کرتے تھے ——— اسلامی علوم کی جگہ مدارس میں اس وقت کے ترقی یافتہ علوم اور سائنیسی فنون "نجوم، طب حکمت حساب شعر و تاریخ افسانہ رائج و معروض" رائج کئے گئے ——— ایک شاہی سرکلر جاری کیا گیا کہ ہر قوم عربی علوم کو چھوڑ کر علوم نادرہ غربیہ نجوم حساب طب فلسفہ پڑھا کرے ص۳۶۳ نصاب تعلیم کے اس تطہیر واصلاح کے ساتھ ساتھ ایجابی کام یہ بھی کیا گیا کہ ہندی تہذیب و تمدن اور ہندوؤں کے روحانی بزرگوں کے کتابی ذخائر فارسی میں ترجمہ کئے جانے لگے۔ ان کتابوں کی اشاعت و ترویج کے لئے باقاعدہ دفتر قائم کئے گئے ص۳۲۰

دینی اداروں پہ پابندیاں | علم دین اور اہل علم کو سرکاری عملداریوں سے نکال پھینکنے کے بعد اب ضروری تھا کہ ملک کے دیگر شعبوں کی بھی ان سے تطہیر ہو جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا معاشی ناطقہ بھی ہر طرف سے بند کر دیا جائے بقول حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

محکمہ قضا کا خاتمہ | اسلامی شعائر میں سے اسلامی آبادیوں کا قاضی مقرر کرنا ہے جو قرن اکبری میں مٹا دیا گیا۔ (مکتوبات صـ۱۹۵ ج۱) قضا اور حکومت تو بڑی بات، جمعہ، عیدین اور اسلامی تقریبات کا کام بھی اکبرؔ نے اپنے ہاتھ میں لیا ——— عید کے چاند میں اختلاف ہو رہا تھا، شرعی ثبوت سے پہلے اکبر عید کا اعلان کر کے لوگوں کے روزے تڑوا دیتا۔ (تذکرہ حضرت مجدد ص۹۴) ایسے ہی ایک موقع پہ ابوالفضل، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مجدد روزہ سے تھے۔ ابوالفضل نے روزہ نہ کھولنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت مجدد سرہندیؒ نے فرمایا: "بادشاہ بے دین ست اعتبار سے ندارد"

اوقاف سرکاری تحویل میں | علماء و مشائخ ائمہ اور خطباء کے نام جو جاگیریں صدیوں سے وقف چلی آ رہی تھیں ان کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا۔ (تذکرہ ص۳۲) اسلامی علوم اور اہل علم کے اس مقتل کا نتیجہ ملّا بدایونی کے الفاظ میں یہی ظاہر ہوتا تھا کہ "مدارس اور مساجد ویران اور اکثر علماء جلا وطن کر دیئے گئے"۔ (منتخب التواریخ ص۲۷۴) دین اور شعائر دین کی یہ غربت اور بیکسی تھی، کہ یکایک رحمت حق جوش میں آئی۔ ان حالات نے سیدنا الامام ناصر سنت قامع بدعت آبروئے مجددین دین اللہ کا روشن چراغ، اللہ کے دشمنوں پہ سیف مسلول امام عارف بدر الدین ابوالبرکات مجدد الف ثانیؒ، شیخ احمد فاروقی سرہندی کی پاکیزہ اور حساس روح کو تڑپا دیا۔ دعوت و عزیمت کے وہ جلیل القدر امام جن کی ساری زندگی درد و اضطراب، سوز و ساز، جہاد و ستیز، تڑپ اور ولولہ، دعوت و اصلاح

کے روشن احوال اور کارناموں سے لبریز ہے ——— یہ بظاہر فقیر بے نوا مگر اقلیم دعوت و عزیمت کا تاجدار اٹھا اور اس شان سے اٹھا کہ ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

یہ اہلِ حق اور علماء ربانی کے سرخیل دین ابراہیمی اور ملتِ محمدی کی اس بیکسی پر بھلا رو سکتے تھے روئے کہ ان کے جگر پاش نالہ و شیون سے زمین لرز اٹھی، آسمان تھرا گئے، خوابیدہ ضمیر جاگ اٹھے، مجددی جہاد و دعوت کے یہ تابناک نقوش ان کے مکتوبات کے ایک ایک صفحہ پر نقش ہیں وہ چیختے ہیں ——— کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے نور کو بدعات کے اندھیروں نے چھپا دیا ہے۔ اور ملتِ مصطفوی کی رونق کو ان نو ایجاد باتوں کی کدورتوں نے برباد کر دیا ہے۔ (مکتوب ۲۶۱ دفتر اول ص ۳۰۳) اکبری دور میں دین کی بیکسی کا کتنا بھیانک نقشہ پیش فرماتے ہیں:

غربت اسلام نزدیک بہ یک قرن سنیجے قرار یافتہ است کہ اہل کفر بہ مجرد اجرائے احکام کفر بہ ملا در بلاد اسلام راضی نمے شوند۔ مے خواہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زائل گردد و اثرے از مسلمانان و مسلمانی پیدا نشود، کار تا بآں سرحد رسانیدہ اند کہ اگر مسلمانے از شعائر اسلام اظہار نماید بہ قتل مے رسد۔

ایک قرن میں اسلام کی غربت اس درجہ کو پہنچی کہ اہل کفر صرف اس پر راضی نہیں ہیں۔ کہ محض کفر کے احکام کا علانیہ اسلامی بلاد میں اجرا ہو جائے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں۔ کہ اسلامی احکام بالکلیہ مٹا دیئے جائیں اور اسلام و مسلمان کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ بات یہاں تک پہنچائی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلام کے کسی شعار کا اظہار کرتا ہے تو اس کو قتل کے انجام تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

ایک دوسرے مکتوب میں عہد اکبری کی سیاہ تصویر پر کس درد سے روشنی ڈالتے ہیں: "وادیلاہ، وامصیبتاہ واحزناہ ——— ہائے افسوس اور ہائے ہماری بربادی، پروردگار عالم کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ذلیل و خوار تھے اور ان کے منکروں کی عزت کی جاتی تھی۔ مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی تعزیت میں مصروف تھے اور دشمن مذاق اور تمسخر سے ان کے زخمی دلوں پر نمک چھڑکتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب پردوں میں مستور تھا۔ اور نورِ حق باطل کے حجابوں میں چھپا ہوا۔ (مکتوبات ۴۷ ج ۱، ص ۵۶ از امام ربانی کا جہاد تجدید از مولانا منظور نعمانی)

ملت اسلامیہ کے ایک دوسرے فرزند جلیل شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ میں: "اکبر نے زندیقیت اختیار کی اور جہالت و گمراہی کے پھریرے اڑنے لگے ہر طرف سے مختلف ملتوں اور باطل مذاہب کے لوگ دوڑ پڑے اور عظیم فتنے پیدا ہو گئے۔" (شرح رسالہ رد الرفضۃ از تذکرہ مجددؒ ص ۳)

یہ تھا اس روشن خیال، صلح کل وسیع المشرب "رند با صفا" اور "ملت جدید" کے بانی دولتِ مغلیہ کے

تاجدار "اکبر دی گریٹ" کے دین و مذہب کا ایک اجمالی خاکہ اور مادر پدر آزاد اکبری تہذیب کی حقیقت جس کے ڈھنڈورے الحاد اور اباحیت کے ایوانوں میں زور شور سے پیٹے گئے کہ آسائش غیر متناہی خلق دراں بود۔ اور آج بھی نام نہاد روشن خیال حلقے اکبر کا آئیڈیا پیش کرکے الحاد اور تحریف دین کی تحسین کر رہے ہیں ———

یہ ہے مغل ایمپائر کے ایک مطلق العنان حاکم اور عصرِ حاضر کے لادینی حلقوں کے مایۂ ناز "ہیرو" کی ایک ہلکی سی تصویر جسے "روشن خیال اور ترقی پسند" سمجھ کر دین اور اہلِ دین کے استیصال اور بیخ کنی کے سلسلہ میں اس کے سارے کارناموں کی تائید و تصویب کی جارہی ہے۔ اور اصلاح و خیر خواہی کرنے والے علماء حق کو خود غرض، حریص اقتدار، مجرم اور واجب القتل قرار دیا جارہا ہے۔ قبل اس کے کہ ان باتوں کی حقیقت احکم الحاکمین کے دربار میں کھل جاتی تاریخ نے یہاں بھی اپنا فیصلہ حق کے حق میں محفوظ رکھا، قدرت نے اکبر کے تخت پر جہانگیر اور پھر محی الدین عالمگیر اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کو بٹھا دیا۔ اور بہت جلد اکبر کی الحادی سلطنت پر حق و اہلِ حق کا پھریرا لہرانے لگا ——— آج اکبر کے "الٰہی مذہب" کا نام و نشان تک مٹ چکا ہے۔ اور حق قائم و دائم ہے ——— والحق یعلو ولا یعلیٰ

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید ———

——— واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ———

یہ حقیقت ہے کہ ہیچ میرزی اور ہیچمدانی کے باوجود حق تعالیٰ نے سنت انبیاء کرام اور اسوۂ اسلاف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ——

شہپرِ زاغ و زغن دربندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہین کردہ اند

میں بحمد اللہ نظر بندی کی مدت میں بڑی عافیت کے ساتھ رہا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ قلب کو پوری طمانیت اور سکون حاصل تھا۔ جو اکابر کے قول کے مطابق حق پر ہونے کی نشانی ہے۔ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین (اقتباس از مکتوب مولانا احتشام الحق تھانوی بنام شیخ الحدیث مدظلہٗ)

——— ۲۶ مارچ ۱۹۷۷ء رہائی کے بعد ———

حضرت جب میری خشک سالی پر زمانہ دراز گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ زبردستی کرکے الحمد للہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں جیسے ختم نبوت کی روشنی اور دوسری جیلیں اور اب یہ پورا چلہ ...... انکی مہربانیوں، نعمتوں اور احسانوں کا شکر کون ادا کرسکتا ہے۔

(اقتباس از مکتوب مولانا غلام غوث ہزاروی بنام مولانا عبدالحق مدظلہٗ)

——— جیل سے رہائی کے بعد ———